ابراہیم علیہ السلام کی مردوں کو اٹھانے کے منظر کو دیکھنے کی خواہش

اس حقیقت کو جان لیں اور ذہن نشین کرلیں کہ زمان، ابتدا سے منتہا تک، صرف اور صرف ایک ہستی سے منسوب ہے اور وہ ہیں میرے اور آپ کے آقا، آقائے نامدار، رحمت للعالمین، خاتم النبیین، رسولِ کریم ﷺ۔ اللہ رب العزت نے سماعت، بصارت اور ذہن و قلب کی صلاحیت سے مزین کرکے انسان کو وجود دیا ہے۔ یہ صلاحیتیں اشیاء کے مابین تعلق کو جاننے کیلئے کافی ہیں۔ لیکن جن سے زمان منسوب ہے ان سے کہا جاتا ہے

وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ○

''اور آپ (ﷺ) کہیں ''اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما'' (حوالہ طٰہٰ۔۱۱۴)

آقائے نامدار ﷺ فرماتے ہیں ''اے اللہ! اشیاء کی حقیقت مجھے بعینہٖ ویسے دکھا جس طرح کہ وہ ہے''۔ انہیں اطمینان دلایا جاتا ہے

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ ''اور وہ آپ (ﷺ) کے پاس خواہ کوئی مثال، نکتہ، سوال لے آئیں

إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ○ ہم اس کی دوٹوک اور بہترین تفسیر آپ پر ظاہر کردیتے ہیں'' (الفرقان۔۳۳)

آقائے نامدار، رسولِ کریم ﷺ نے اہل مکہ سے فرمایا تھا کہ تم جانتے ہو کہ میں کبھی حجاز سے باہر نہیں گیا، اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں نے پڑھنا پڑھانا نہیں سیکھا تھا لیکن پوچھو جو بھی پوچھنا ہے۔ اللہ اکبر! اس سے بڑا دعویٰ دنیا میں کوئی نہیں ہوسکتا۔ یہ تمام علم اور حقیقتِ شئے کو جاننے کا دعویٰ ہے۔ اور اتنا بڑا دعویٰ وہی کرسکتا ہے حقیقت جس کی بصارتوں کی پہنچ میں ہو۔ اور آقائے نامدار ﷺ سے زیادہ سچا دعویٰ کوئی کرنہیں سکتا کہ الفرقان کی آیت ۳۳ میں بتادیا کہ ان کا دعویٰ اس کی ضمانت پر ہوتا ہے جو رب العالمین ہے اور تمام کے تمام علم اور حکمت کا مالک۔ آقائے نامدار، رسولِ کریم ﷺ پر درود وسلام ہے ہر لحظہ صبح وشام۔

آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کے جدامجد کے متعلق بتایا قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا (رب نے) کہا ''میں آپ کو لوگوں کا پیشوا بنانے لگا ہوں'' (حوالہ البقرۃ۔۱۲۴)۔ زمان میں جو امام ہوں اور جن سے زمان منسوب ہو اس علم پر مطمئن نہیں ہوتے جو اشیاء کے مابین تعلق اور ان کی صفات وفطرت تک محدود ہو۔ وہ حقیقتِ شئے کے علم کے طلبگار ہوتے ہیں۔ حقیقت کو اپنی بصارتوں میں سمٹی ہوئی دیکھنا چاہتے ہیں۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ

''اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا ''میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا''

خلیل اللہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بعد از موت دوبارہ اٹھائے جانے کے منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے شوق کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی انسانوں کی موت کے بعد روز قیامت اٹھانے کی قدرت کے بارے میں سوال میں اظہار تجسس یا گمان نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید بھی جانتا ہے۔ وہ جانتا ہے جو ہم کہتے اور جو چھپاتے ہیں لیکن گمان، ظن اور مفروضوں میں الجھے مجھ ناچیز اور لارڈ رسل جیسے لوگوں میں سے کوئی گمان یا تاویل نہ کر بیٹھے کہ (معاذ اللہ) خلیل اللہ کو کوئی تذبذب تھا اللہ نے ابراہیم علیہ السلام سے سوال پوچھ کر ان کی اپنی زبان سے وضاحت کروادی کہ ایسی کوئی بات نہیں۔

قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۖ

''اس نے کہا'' کیا تو اس بات کو نہیں مانتا ؟''

قَالَ بَلَىٰ وَلَـٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۖ

اس نے کہا'' کیوں نہیں! میں تو اپنے قلب کے (شوق) اطمینان کے لئے دیکھنا چاہتا ہوں'' (حوالہ البقرۃ۔۲۶۰)

اللہ تعالیٰ کے اس حکیمانہ انداز سے سبق ملتا ہے کہ اشخاص کے درمیان ہونے والی گفتگو میں کہی گئی بات کا کہنے والے کے مقصد و مدعا سے ہٹ کر اگر کوئی مفہوم اخذ کر سکے یا کسی کو وہ شک میں مبتلا کر سکے یا کوئی اس سے کچھ اور گمان کر سکے تو کھول کر اس بات کی وضاحت کر دینی چاہئے۔ آقائے نامدار، رسولِ کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جو چیز کسی کو شک میں مبتلا کر سکے اس کی وضاحت کر دیا کرو۔ سورۃ النساء کی آیت ۹ اور الاحزاب کی آیت ۷۰ میں حکم ہے قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ یعنی گفتگو میں متوازن، صاف، سیدھی بات اس طرح کیا کرو کہ کوئی خلاء نہ رہے۔

قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ

''اس نے کہا'' اچھا! چار پرندے لیں پھر انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لیں۔

ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا

بعد ازاں (مانوس کر لینے کے بعد ذبح کر کے) ان کے ٹکڑوں کو سب پہاڑوں پر رکھ دیں''

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی خواہش پوری کرنے کے لئے انہیں اپنے ہاتھوں یہ تجربہ کرنے کے لئے چار پرندے اپنے ساتھ مانوس کرنے اور ذبح کر کے ان کے ٹکڑے پہاڑوں پر رکھ دینے کے لئے کہا۔

''صُر'' (مادہ ''ص رر'') کے بنیادی معنی باندھنے کے ہیں۔ کسی شئے کو مانوس کرنا یا کسی شئے سے مانوس ہو جانا اس شئے کو باندھنا یا اس شئے سے بندھ جانا ہی ہوتا ہے۔ متقین کے متعلق بتایا گیا ہے کہ جب کبھی ان سے کوئی فحش فعل سرزد ہو جاتا ہے یا اپنے آپ پر

ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو فوراً یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہ کی معافی مانگتے ہیں ''وَ لَمۡ یُصِرُّوۡا عَلٰی مَا فَعَلُوۡا اور اس سے مانوس نہیں ہو جاتے (بندھ نہیں جاتے، عادت نہیں بنا لیتے) جو فعل انہوں نے کیا'' (حوالہ آلِ عمران۔۱۳۵)۔ باندھی ہوئی شئے کی حالت سمٹی سمٹائی ہوتی ہے۔عورت جب غیر مردوں کے روبرو ہوتی ہے تو اپنے آپ کو چادر میں لپیٹے ہوئے سمٹی سمٹائی ہوتی ہے ''فَاَقۡبَلَتِ امۡرَاَتُہٗ فِیۡ صَرَّۃٍ تو ان (ابراہیم علیہ السلام) کی بیوی سمٹی سمٹائی آئیں''۔

آیت مبارکہ میں اپنے ساتھ مانوس کر لینے والی بات کے بعد حرف ثُمَّ استعمال ہوا ہے۔ یہ حرف واقعات کی کڑیوں کو اس وقت جوڑتا ہے جب بعد والے واقعہ کی نوعیت اور کیفیت قبل والے واقعہ سے مختلف ہو۔حرف ثُمَّ واقعات کے لمحہ بہ لمحہ تسلسل کا اظہار نہیں کرتا بلکہ دو واقعات کے مابین وقت کے فاصلے کی نشاندہی کرتا ہے۔۔حرف ثُمَّ کے معنی اور مفہوم کو جاننے کیلئے کئے گئے مطالعہ میں ہم نے دیکھا کہ قرآنِ مجید میں جب بھی زندگی کو موت دینے اور موت کے بعد زندگی دیئے جانے کا ذکر ہوا ہے تو ان کے مابین حرف ''ف'' اور حرف ''وَ'' کبھی استعمال نہیں ہوا بلکہ حرف ثُمَّ آیا ہے کیونکہ اسکے معانی اور مفہوم ان سے مختلف ،منفرد ہیں۔ اس واقعہ میں بھی موت دیئے جانے کے بعد مردوں کو زندہ ہوتے دیکھنے کا معاملہ ہے۔ پرندوں کو مانوس کرنے میں وقت صرف ہوتا ہے اور مانوس ہو جانے والے پرندے زندہ تھے۔حرف ثُمَّ اور اس کے بعد کُلِّ جَبَلٍ ''تمام پہاڑوں'' اور مِّنۡہُنَّ جُزۡءًا ''ان میں سے جزو جزو'' سے غیر مبہم انداز میں واضح ہے کہ انہیں ذبح کرنے کے بعد ان کے ٹکڑوں کو تمام پہاڑوں پر بکھیر دینے کا کہا گیا تھا۔ جُزۡءًا کے لفظ سے بھی واضح ہے کہ پرندوں کو ذبح کر کے ان کے ٹکڑے پہاڑوں پر رکھنے تھے۔ زندہ پرندوں کو پہاڑوں پر چھوڑا جاتا ہے اور صرف مردہ چیز اور ذبح کئے ہوئے جانور، پرندے کے جسم کے ٹکڑوں کو رکھا جاتا ہے۔

آیت مبارکہ میں واقعہ غائب (third person) کے صیغوں میں نہیں بیان کیا جا رہا بلکہ حاضر کے صیغوں میں اللہ تعالیٰ اور ابراہیم علیہ السلام کے مابین ہونے والی بات بیان کی گئی ہے۔ سوال کرنے والے ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کا سوال مردے کو زندہ کرنے کے متعلق ہے اس لئے جواب میں پرندوں کیلئے ''قتل'' یا ''ذبح'' کے الفاظ استعمال کرنے کی قطعی ضرورت نہ تھی اس لئے ترجمے میں قوسین میں عبارت بات کو واضح کرنے کیلئے میں نے لکھی ہے وگرنہ اس کے بغیر بھی مفہوم وہی ہے جو اس کے ساتھ ہے۔

ثُمَّ ادۡعُہُنَّ یَاۡتِیۡنَکَ سَعۡیًا

''بعد ازاں انہیں (اپنے مانوس کئے ہوئے انداز میں) پکاریں۔ وہ تیری طرف بھاگتے آئیں گے''

یہاں بھی حرف ثُمَّ استعمال ہوا ہے کیونکہ واقعہ کی نوعیت اور کیفیت قبل والے واقعہ سے مختلف ہے، مردہ پرندے زندہ ہوں گے۔ کچھ

عرصہ بعد مانوس آواز میں ان ذبح کئے ہوئے پرندوں کو بلانے کے لئے کہا جس پر وہ ان کی طرف دوڑتے چلیں آئیں گے۔ وہی پرندے بلانے پر کسی شخص کی جانب آتے ہیں جو اس سے مانوس ہوں اور اپنے سے مانوس پرندوں کو پہچاننے میں غلطی کا گمان نہیں ہوتا۔ کبوتروں کے شوقین فضاؤں میں اڑتے ایک ہی رنگ کے درجنوں کبوتروں میں سے اپنے کبوتر کو پہچاننے میں غلطی نہیں کرتے اور نہ ہی گاؤں میں کھلے عام پھرتی سینکڑوں مرغیوں میں سے اپنی مرغی پہچاننے میں کوئی دیہاتی غلطی کرتا ہے۔ تیز بھاگنے والے پرندے بھی ہیں

Some birds, including the largest of all living birds, have lost the ability to fly. The ostriches and their relatives—rheas, emus, cassowaries, and kiwis—are flightless bir ds found in Africa, **South America, and Australia, including New Guinea and New Zealand. The tinamous of Central an d South America are related to the ostrich group, but they have a limited ability to fly. Other birds that feed primarily on the ground and are excellent runners include the bustards (relatives of the cranes) and megap odes, members of a group of chickenlike birds that includes quail, turkeys, pheasants, and grouse. Vegetation is an important part of the diets of running birds.**

موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے منظر میں آنکھوں کے گمان کرنے کی بھی گنجائش نہ رہے اس کے لئے فرمایا کہ پرندے بلانے پر دوڑتے (اڑتے ہوئے نہیں) چلیں آئیں گے۔ پرندے کون سے تھے؟ یہ ایک بے معنی بحث ہے جس سے توجہ آیت مبارکہ کے مقصود سے ہٹ جاتی ہے۔ اصحاب کہف کو جب عرصہ دراز بعد نیند سے اٹھایا گیا تھا تو اس زمانے کے لوگ بھی مختلف بحثوں میں الجھ گئے اور زیادہ توجہ ان کی یادگار بنانے پر تھی۔ آیت مبارکہ قاری کے ذہن کو ایک نکتے پر مرکوز رکھ رہی ہے کہ مرنے کے بعد اسے اپنی اصلی حالت ہی میں اٹھنا ہے۔ بنی اسرائیل نے مقتول کے دوبارہ زندہ ہونے کا منظر دیکھا تھا لیکن اسے بھی درخور اعتنا نہ سمجھا (البقرۃ آیت ۷۳) اور اس سے اگلی ہی آیت میں بتایا گیا کہ پھر ان کے دل سخت ہو گئے۔ انگلیوں کے نشان انسان کی پہچان کے ناقابل تردید ثبوت ہوتے ہیں۔ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نہ صرف بوسیدہ ہڈیاں ہو جانے کے بعد انسان کو اٹھانے کی قدرت رکھتے ہیں بلکہ اس کے پور پور درست کر دیں گے (سورۃ القیامۃ آیت ۴)۔ ہم نے بھی گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے پانچ دن بعد لاکھوں ٹن سیمنٹ اور لوہے کے ملبے تلے سے پانچ آدمیوں کو نکل کر گھروں کی طرف جاتے دیکھا تھا جب کہ تمام انسانی کوششوں اور وسائل کے باوجود نیویارک کے ٹون ٹاورز کے ملبے تلے دبے باقی ہزاروں انسانوں کے شاید ٹکڑے بھی نہ مل سکے تھے۔ ہمیں اپنا یہ اقرار دہراتے رہنا چاہئے کہ اللہ ہر بات پر قادر ہے اور ہمیں کہنا چاہئے

رَبَّنَآ إِنَّكَ جَامِعُ ٱلنَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُخْلِفُ ٱلْمِيعَادَ ﴿٩﴾

”ہمارے رب! تو ایک دن جس میں کوئی شک و شبہ نہیں لوگوں کو ضرور جمع کرے گا۔ (یہ تیرا وعدہ ہے)
بیشک اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا“ (آلِ عمران۔۹)